© rasailojaraid.com

نظرات

شیخ محمد عبداللہ

افسوس ہے کہ گزشتہ ماہ ستمبر کی ۸ تاریخ کو شیخ محمد عبداللہ، وزیراعلیٰ ریاست جموں وکشمیر کا انتقال ۷۷ برس کی عمر میں ہوگیا، ان کی وفات سے ریاست کی نہایت پیچیدہ سیاسیات میں جو خلا پیدا ہوگیا ہے اس کا پُر ہونا بظاہر ناممکن ہے، شیخ صاحب کی شخصیت کتنی قد آور اور کس درجہ بھاری بھرکم تھی اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ ۱۹۵۳ء میں جب کہ وہ ریاست جموں وکشمیر کے وزیراعلیٰ تھے ان کو سینٹرل گورنمنٹ نے اس عہدہ سے برخاست ہی نہیں کیا، بلکہ فوج اور پولیس کی عظیم جمعیت کے زیرسایہ انھیں گرفتار بھی کرلیا۔ اس کے بعد مجموعی طور پر کم وبیش اٹھارہ سال شیخ صاحب نے حکومت کی نظربندی اور اسارت میں بسر کیے۔ اس سلسلہ میں ان پر سازش کا مقدمہ بھی چلایا گیا اور قسم قسم کے الزامات لگاتے گئے جو بے بنیاد ثابت ہوئے۔ لیکن شیخ کی نظربندی قائم رہی۔ شیخ کھلے دماغ اور صاف ذہن کے آدمی تھے، وہ کٹر کشمیری تھے، جو کچھ سوچتے، خالص کشمیر اور اہل کشمیر کے مفاد میں سوچتے اور پھر جو فیصلہ کرلیتے اس پر مضبوطی سے قائم رہتے، کسی قسم کا خوف یا کوئی لالچ اس فیصلہ سے ان کو منحرف نہیں کرسکتا تھا۔ انھوں نے ہندوستان سے الحاق کا فیصلہ کسی دباؤ میں نہیں کیا تھا لیکن ساتھ ہی ان کا نظریہ یہ تھا کہ دوسری ریاستوں کے مقابلہ میں کشمیر کے لیے دستوری طور پر چند خصوصی رعایتوں کا حاصل ہونا ضروری ہے، نیز یہ کہ کشمیر کا مسئلہ برصغیر کی دو حکومتوں کے درمیان جو بس کی گانٹھ بنا ہوا ہے اس صورت حال کو دوستانہ طریقہ پر ختم ہونا چاہیے، کیونکہ جب تک یہ صورت حال قائم رہے گی ریاست جموں وکشمیر کو امن اور اطمینان کے ساتھ ترقی کرنے، پھولنے پھلنے کا موقع نہیں ملے گا اور کشمیریوں میں بُعد و افتراق کی دیوار سد سکندری بن کر ایسی حائل رہے گی کہ رشتہ داریاں ختم ہو جائیں گی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شیخ کی معزولی اور اسارت کے بعد ریاست میں حکومتیں بنتی اور بگڑتی رہیں، سنٹرل گورنمنٹ نے ریاست کے ترقیاتی منصوبوں کے لیے روپیہ پانی کی طرح بہا دیا مگر کشمیر میں استحکام نہ پیدا ہونا تھا اور نہ ہوا، آخر کار مسز گاندھی گورنمنٹ نے سابقہ حکومتوں کے بالمقابل حقیقت پسندی کا ثبوت دیا اور شیخ کو ۱۹۷۵ء میں پھر ریاست کا وزیر اعلیٰ بنا دیا گیا۔ اب شیخ صاحب دوبارہ وزیر اعلیٰ ہوئے تو اپنی اسی پرانی آن بان اور انفرادی شان کے ساتھ ہوئے، نیشنل کانفرنس جس کے وہ خود بانی تھے ان کی سب سے بڑی قوت بازو تھی، اس کی مدد سے انھوں نے جنتا گورنمنٹ کے زمانہ میں جنتا پارٹی کو اور اس کے بعد کانگریس (آئی) کو شکست فاش دی، شیخ صاحب کو جو بات کشمیر اور اہل کشمیر کے لیے مفید نظر آتی تھی اس کے کر ڈالنے میں انہیں کوئی باک نہیں ہوتا تھا۔ اور اگر مرکز کو اس سے اختلاف ہوتا تو شیخ صاحب اس کی بھی پروا نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ان کی زندگی کا آخری کارنامہ کشمیریوں کی دوبارہ آبادکاری کا بھی ہے جو انھوں نے ریاستی اسمبلی میں منظور کرایا، لیکن ان تمام باتوں کے باوجود مرکز میں شیخ صاحب کا وقار اور ان کا ادب اور لحاظ اس درجہ کا تھا کہ شیخ صاحب پر جب دل کا آخری اور جان لیوا دورہ پڑا تو وزیر اعظم خود فوراً اُن کی عیادت کو سرینگر پہونچیں۔ اور چند روز کے بعد انتقال ہوگیا تو صدر جمہوریہ، وزیر اعظم اور سیاسی پارٹیوں کے رہنما بھی سب جنازہ کے جلوس میں شریک ہوئے۔ مرحوم کو عوام میں کس درجہ مقبولیت اور ہر دلعزیزی حاصل تھی؟ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ انگریزی اخبارات کی رپورٹ کے مطابق پانچ ملین، یعنی پچاس لاکھ انسانوں پر یہ جلوس مشتمل تھا۔ جس کی وجہ سے رہائش گاہ سے قبرستان تک بارہ کیلو میٹر کا راستہ دس گھنٹوں میں طے ہوا۔ اور اس جلوس میں کتنے ہی لوگ تھے جو زار و قطار رو رہے تھے اور کتنے ہی وہ تھے جو بے ہوش ہو گئے تھے۔ اب فرمائیے کسی شخصیت کے قدآور اور بھاری بھرکم ہونے کا ثبوت اور اس سے زیادہ کیا ہوگا۔ !

ڈوگرہ راج میں اہل کشمیر جس قعر مذلت وپستی اور جحیم غلامی و بندگی میں پڑے ہوئے تھے علامہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اقبال کے یہ دو شعر اس کے آئینہ دار ہیں:

کشمیری کہ با بندگی خو گرفتہ — بتے می تراشد ز سنگ مزارے
بریشم قبا خواجہ از محنت او — نصیب تنش جامۂ تار تارے

شیخ صاحب پہلے شخص تھے جنہوں نے کمال اخلاص اور قوت و عزم کے ساتھ اس کے خلاف آواز اٹھائی اس جرم کی پاداش میں کم و بیش دس برس وہ قید و بند کی زندگی گذار چکے تھے پھر اٹھارہ برس وہ آزادی کے بعد کشمیر کے لیے حکومت ہند کی اسارت میں رہے۔ گو اپنی پوری زندگی کا بہترین حصہ اور زمانہ انھوں نے قید و بند میں گذار دیا۔ علاوہ ازیں شیخ صاحب نماز و روزہ، اوراد و وظائف کے بھی بڑے پابند تھے، ہر جمعہ کو نماز کے بعد پابندی سے تقریر کرتے تھے، یہ تقریر اصلاً مذہبی ہوتی تھی مگر ضمناً سیاسی مسائل بھی زیر گفتگو آجاتے تھے۔ تقریر میں قرآن مجید کی آیات خوش الحانی سے پڑھتے اور سیر کے واقعات بڑے جوش و خروش سے بیان کرتے تھے اس بنا پر کشمیر میں ان کی حیثیت صرف ایک سیاسی لیڈر کی نہیں بلکہ ایک مذہبی رہنما ہی نہیں، پیر و مرشد کی بھی تھی۔ ان دونوں حیثیتوں کے بیک وقت اجتماع نے ہی ان کو کشمیر میں اس درجہ ہر دلعزیز اور محبوب بنا دیا تھا۔ اگرچہ وہ تمام تر کشمیر کیلئے وقف تھے لیکن ہندوستانی مسلمانوں کے تعلیمی، سماجی اور مذہبی مسائل سے برابر دلچسپی لیتے رہتے اور ان کے اجلاسوں میں شریک ہو کر تقریر کرتے تھے، مجلس مشاورت کے تو باقاعدہ اور اہم رکن تھے، شیخ صاحب کشمیر میں سیکولرزم کی جو کامیاب مثال قائم کی ہے وہ مرکز کیلئے صد درجہ عبرت آموز اور سبق آموز ہونی چاہیے جس ملک میں آزادی کے ۴۳ برس بعد آج بھی فرقہ وارانہ فسادات اسی انداز کے ہوتے ہیں جیسے پہلے ہوتے تھے، ان کو روکنے کے لیے گورنمنٹ نے کیا کیا؟ آنکھیں بناتیں گر ہنوز دور و رازی کا عالم ہے۔ ہر بڑے انسان میں کچھ کمزوریاں بھی ہوتی ہیں، ورنہ وہ بشر نہیں فرشتہ کہلائے شیخ صاحب بھی اس کلیہ سے مستثنیٰ نہیں تھے، تاہم اپنی خوبیوں، اوصاف و کمالات، اور ذاتی اخلاق و شمائل کے اعتبار سے وہ پرانی نسل کے، جو اب چراغ سحری ہے، ایک بہترین نمونہ تھے، آئندہ اب ایسے لوگ کہاں ملیں گے۔ اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ۔

© rasailojaraid.com